Al-Mīthāq ***Research Journal of Islamic Theology***
ISSN: 2791-0989 P, 2791-0997 E
Volume 03, **Issue** 01, January-June 2024, **PP**: 236-247
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

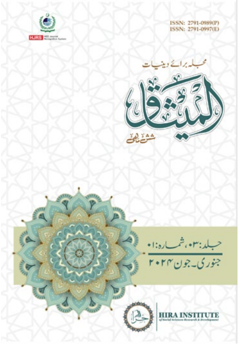

تجارتی راستوں کی اہمیت اور ان سے متعلقہ جنگی حکمت عملی: سیرتِ طیبہ ﷺ کی روشنی میں ایک جائزہ

An Overview of the Importance of Trade Routes and Related War Strategies in the Light of Sīrah Ṭayyaba ﷺ

1. Abdul Basit *abbasit409@gmail.com*	*Ph. D Scholar,* *Department of Qur'ānic Studies,* *The Islamia University of Bahawalpur.*
2. Dr. Zia ur Rehman *zia.rehman@iub.edu.pk*	*Professor / Chairman,* *Department of Qur'ānic Studies,* *The Islamia University of Bahawalpur.*

How to Cite:	Abdul Basit and Dr. Zia ur Rehman. 2024: "An Overview of the Importance of Trade Routes and Related War Strategies in the Light of Sīrah Ṭayyabaﷺ". *Al-Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 3 (01): 236-247.
Article History:	**Received**: 05-06-2024 · **Accepted**: 23-06-2024 · **Published**: 30-06-2024

Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

Conflict of Interest: Authors declared no conflict of interest

Abstract & Indexing

DRJI · Advanced Sciences Index · Advanced Science Index · CiteFactor · Asian Research Index · SCI · Google Scholar · تحقیقات · ADL Asian Digital Library · EuroPub · اردو جرائد

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

تجارتی راستوں کی اہمیت اور ان سے متعلقہ جنگی حکمت عملی: سیرتِ طیبہ ﷺ کی روشنی میں ایک جائزہ

An Overview of the Importance of Trade Routes and Related War Strategies in the Light of Sīrah Ṭayyaba ﷺ

1. **Abdul Basit**
Ph. D Scholar, Department of Qur'ānic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.
abbasit409@gmail.com

2. **Dr. Zia ur Rehman**
Professor / Chairman,
Department of Qur'ānic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.
zia.rehman@iub.edu.pk

Abstract:

This study explores the pivotal role of trade routes in the early Islamic period, with a particular focus on their strategic importance as evidenced in the *Sīrah Ṭayyaba*ﷺ, the biography of the Prophet *Muḥammad*ﷺ. The research delves into how the control and security of these trade routes were integral to the economic and political stability of the nascent Muslim community. It examines key military strategies employed by the Prophet *Muḥammad*ﷺ and his companions to protect and leverage these routes, ensuring the safe passage of goods and the expansion of Islamic influence. By analyzing historical battles and treaties, such as the Battle of *Badr* and the Treaty of *Ḥudaybiyyah*, the study highlights the intertwining of trade and warfare in Islamic statecraft. The findings underscore the Prophet's strategic acumen in utilizing trade routes not only for economic prosperity but also for fostering alliances and asserting territorial control. This comprehensive overview provides a nuanced understanding of how trade and military strategies were harmonized to support the growth and sustainability of the early Islamic state.

Keywords: *Sīrah, Trade Route, Military Strategies, Warfare, Islamic State.*

تعارف

اللہ تعالیٰ نے انسان کے رزق کے لیے مختلف وسائل رکھے ہیں۔ ان میں سے بہت بڑا وسیلہ تجارت ہے جس کے ذریعے انسان اپنا رزق کماتا ہے اور دیگر معاملات زندگی چلاتا ہے۔ تجارتی ایک معزز پیشہ ہے قرآن کریم میں اور احادیث نبویہ ﷺ میں اس کے بارے تفصیلی احکامات وفضائل موجود ہیں۔ تجارت کے لیے تجارتی راستوں کا مہیا ہونا اور ان کا پر امن ہونا نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ تجارتی راستے انسانی زندگی میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سابقہ اقوام کے حالات میں اس وقت کے اہم تجارتی راستوں کا ذکر کیا۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت سے بھی ہمیں تجارتی راستوں کے متعلق راہنمائی ملتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کی جنگی حکمت عملی کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی جنگی حکمت عملی میں ان راستوں کو خاص اہمیت دی۔ زیرِ نظر مقالہ تجارتی راستوں سے متعلق آپ ﷺ کی جنگی حکمت عملی کے بارے میں ہے جس میں سیرتِ طیبہ کے مختلف واقعات کی روشنی میں ان کی اہمیت کو اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

سابقہ کام کا جائزہ

اس موضوع پر باقاعدہ کوئی کام موجود نہیں تاہم جزوی طور پر سیرت کی کتابوں میں سرایا اور غزوات کے بیان میں تجارتی راستوں کے متعلق نبی کریم ﷺ کے اقدامات کا ذکر ملتا ہے۔ مثلاً امام ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ نے زادالمعاد فی ھدی خیر العباد میں اور امام محمد بن سعد بن منیع نے الطبقات الکبریٰ لابن سعد میں سرایا اور غزوات میں سے جو سرایا اور غزوات تجارتی راستوں پر گشت اور تجارتی قافلوں کی ناکہ بندی کے لیے تھے ان میں ذکر کیا ہے۔ علامہ شبلی نعمانی اور سید سلمان ندوی رحمہما اللہ نے اپنی کتاب سیرت النبی ﷺ میں سرایا اور غزوات کے تحت تجارتی راستوں کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح سید سلمان ندوی نے تاریخ ارض القرآن میں قرآن کریم میں مذکور تجارتی گزر گاہوں کی کئی مقامات پر نشاندہی کی ہے۔

تجارتی راستوں کی ضرورت واہمیت: قرآن وسنت کے تناظر میں

تجارتی راستے انسانی معاشرے میں نہایت اہمیت کے حامل ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں تجارتی راستوں کا ذکر کثرت سے کیا گیا ہے جس سے ان کی ضرورت واہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مختلف انداز میں تجارتی راستوں کا ذکر کیا اور جو اس بات پر دلیل ہے کہ ان راستوں کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ مثال کے طور پر ایک مقام پر راستوں کا ذکر احسانِ الٰہی کے طور پر کیا گیا ہے:

اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۔[1]

اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لیے سمندر کو مسخر کر دیا تاکہ جہاز اس میں اس کے حکم سے چلیں اور تاکہ تم اس کا کچھ فضل تلاش کرو اور تم اس کا شکر کرو۔

اس آیت کی تفسیر میں امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کے کلام کا حاصل ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے سمندر کو تمہارے قابو میں کر دیا جس کے راستوں پر چل کر تم تجارت کرتے اور اپنا پیٹ پالتے ہو۔[2] قریش مکہ جن پر پورا سال تجارت کے راستے کھلے رہتے تھے ان کے تجارت کے راستے محفوظ تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنے اس احسان کو ان لفاظ میں بیان کیا ہے:

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍ۔ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ۔[3]

قریش کے دل میں محبت ڈالنے کی وجہ سے ان کے دل میں سردی اور گرمی کے سفر کی محبت ڈالنے کی وجہ سے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے قریش کے تجارتی سفر کو بطور احسان بیان کیا کہ تم سردی میں یمن اور گرمی میں شام کی طرف سفر کرتے ہو۔ یہ دونوں راستے اللہ تعالیٰ کے احسان کی بدولت تمہارے لیے محفوظ ہیں۔ اسی طرح متعدد آیات میں راستوں کو اللہ کی معرفت اور پہچان کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے کہ:

هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔[4]

وہی ہے جو تم کو خشکی اور تری میں چلاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تجارتی راستوں میں انسانوں کے لیے جگہ جگہ عبرت کا سامان رکھا ہے تاکہ ان راستوں سے گزرنے والے عبرت پکڑیں اور اللہ کی طرف لوٹ آئیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو زمین میں چلنے پھرنے کی اور اس سے عبرت پکڑنے کی دعوت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ۔[5]

کہہ دیجئے! زمین میں سیر وسیاحت کرو اور دیکھو جھٹلانے والوں کا انجام کیسے تھا۔

اس مضمون کی حامل آیات میں اللہ تعالیٰ نے دعوت فکر دی ہے کہ تم جب نکلو گے راستوں کے آس پاس پہلی تباہ ہونے والی قوموں کے عبرت زدہ علاقے دیکھو گے تو تم ان سے عبرت حاصل کرو گے اور جن جرائم کا انہوں نے ارتکاب کیا جس کی وجہ سے وہ نشان عبرت بنے تم ان سے بچ جاؤ گے۔

بعد ہجرت مرکز کی تعیین میں مدینہ منورہ کے انتخاب میں بھی راستوں کی اہمیت کا اشارہ ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جہاں لا کر آباد کیا وہ شہر یثرب (مدینہ) تھا جو حجاز کی ملک شام کے طرف تجارت کے اہم اور مرکزی راستے پر واقع ہے۔ جب آپ ﷺ نے آکر مدینہ میں اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی اور مشرکین مکہ پر معاشی وار کیا ان کے تجارتی قافلے روکنے شروع کئے تو مشرکین کو اپنی تجارت ڈوبتی نظر آئی۔ وہ طاقت کے ذریعے اس ریاست کو مٹانے کی کوششیں کرنے لگے۔ آخر کار ہجرت مدینہ کے آٹھ سال بعد انہوں نے اپنے آپ کو ریاست مدینہ کے سامنے سرنڈر کر دیا۔ اس سے تجارتی راستوں کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ تجارتی راستے بطور ہتھیار استعمال کر کے کفر کو جھکایا جا سکتا ہے۔

راستوں کی اہمیت اس سے بھی آشکار ہوتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اکثر سفر تجارتی راستوں پر تھے۔ انبیاء علیہم السلام کی ہجرت کے سفر ہوں یا کسی اور غرض سے سفر ہوں ان کا جغرافیائی مطالعہ کیا جائے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام ان علاقوں میں مبعوث ہوئے جو متمدن اور ترقی یافتہ علاقے تھے۔ کچھ ترقی میں زیادہ تھے کچھ کم تھے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جو انبیاء علیہم السلام کے اسفار بیان کیے ہیں ان میں اکثر تجارتی راستوں پر تھے۔ یا تو وہ اس زمانے میں تجارتی راستے تھے یا بعد کے زمانے میں وہ تجارتی راستے استعمال ہونے لگے۔ مثلاً سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے اسفار عراق سے فلسطین، مصر، حجاز کے سفر مشہور تجارتی راستوں پر تھے۔ موسیٰ علیہ السلام کا مدین کی طرف سفر وغیرہ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جن علاقوں سے یہ راستے گزرتے ہیں ان کی ترقی اور خوشحالی کا انحصار اسی تجارت پر ہوتا ہے اور جب یہ تجارتی راستے بند ہو جائیں تو وہ علاقے تباہ برباد اور ویران ہو جاتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں قوم سبا کی بربادی کے متعلق فرمایا ہے:

> فَقَالُوا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ۔[6]
>
> تو انہوں نے کہا اے رب! ہمارے اسفار میں دوری ڈال دے، انہوں نے خود پر ظلم کیا تو ہم نے انہیں کہانیاں بنا دیا اور انہیں منتشر کر کے توڑ کر رکھ دیا۔ بیشک اس میں ہر انتہائی صابر و شاکر کے لیے یقیناً بہت نشانیاں ہیں۔

سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ علیہ اس آیت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ قوم سبا پر دو طرح کا عذاب آیا۔ ایک تو ان پر سیلاب آیا جس سے ان کے خوبصورت پھل آور باغات تباہ ہو گئے اور دوسرا ان کے جو تجارتی راستے تھے، جن کے ذریعے سے سارے عرب میں سامان جاتا تھا وہ ختم ہو گئے جس کی وجہ سے ان کی آبادیاں تباہ ہو گئیں، وہ علاقے ویران ہو گئے، اور ان کا شیرازہ بکھر گیا۔[7] لہذا ثابت ہوا کہ تجارتی راستے قوموں کی ترقی کے ضامن ہوتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ بھی تجارتی راستوں کی اہمیت کا پتہ دیتی ہے۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جو دار الہجرت عطا کیا وہ جغرافیائی طور پر اس لحاظ سے بھی اہم تھا کہ وہ اس وقت کی عظیم تجارتی شاہراہ کے بالکل اوپر تھا۔ آپ ﷺ نے یہاں اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی۔ ہجرت مدینہ کے بعد آپ ﷺ نے اپنے سب سے پہلے اور جانی دشمنوں اہل مکہ کی معیشت پر ضرب کاری لگانا شروع کی۔ آپ ﷺ نے اہل مکہ کے تجارتی قافلوں کو روکنا شروع کیا اور آپ ﷺ کا یہ اقدام بہت بار آور ثابت

ہوا۔ ہجرت کے بعد ایک مرتبہ سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ مکہ آئے وہ طواف کر رہے تھے کہ ان کو ابوجہل نے دیکھ لیا اور کہنے لگا تم آرام سے طواف کیسے کر رہے ہو جبکہ تم لوگوں نے ہمارے بھگوڑوں کو پناہ دے رکھی ہے۔ تم ان کی مدد بھی کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! اگر اس وقت امیہ بن خلف تمہارے ساتھ نہ ہوتا تو میں دیکھتا تم کیسے صحیح سلامت واپس جاتے تھے۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے گرجدار آواز میں کہا:

وَاللَّهِ لَئِنْ مَنَعْتَنِي أَنْ أَطُوفَ بِالْبَيْتِ لَأَقْطَعَنَّ مَتْجَرَكَ بِالشَّامِ۔[8]

تم مجھے طواف سے روکو گے تو میں تمہارا تجارتی راستہ روکوں گا۔

یہ سن کر ابوجہل خاموشی سے چلا گیا۔ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ اور قریش کے سردار بھی تجارتی راستوں کی اہمیت سے واقف تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر کفار مکہ نے اپنی مرضی کی شرائط لکھوائیں جن میں سے ایک شرط یہ بھی تھی کہ مکہ میں اگر کوئی آدمی مدینہ آئے گا تو مدینہ والے اس کو واپس کرنے کے پابند ہوں گے۔ سیدنا ابوبصیر رضی اللہ عنہ مکہ سے بھاگ کر مدینہ آ گئے قریش نے اپنے دو آدمی ان کو لینے کے لیے مدینہ بھیجے۔ نبی کریم ﷺ نے ابوبصیر رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ بھیج دیا۔ راستے میں ابوبصیر رضی اللہ عنہ نے ان میں سے ایک کو قتل کر دیا ایک جان بچا کر مدینہ پہنچ گیا اور چیخنے لگا۔ نبی کریم ﷺ کو پتہ چلا تو فرمایا: اس کی ماں تباہ ہو اگر ایک بھی اس کی مدد کرنے والا ہو تا تو جنگ چھڑ جاتی، سیدنا ابوبصیر رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ اب ان کو واپس کر دیں گے تو وہ بھاگ گئے اور سمندر کے کنارے اس جگہ پر چلے گئے جہاں سے مکہ کے تجارتی قافلے گزرا کرتے تھے۔ پھر ان کے ساتھ مکہ سے ابوجندل رضی اللہ عنہ وغیرہ بھی آملے۔ وہ قریش کے شام کی طرف نکلنے والے جس بھی قافلے کا سنتے اس کو روکتے اس کا مال چھین لیتے اور ان کو قتل کر دیتے۔ قریش نے نبی کریم ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ کسی کو بھیجیں جو ان کو قریش کے قافلے لوٹنے سے روکے۔ اس کے بعد قریش مکہ نے ہر آنے والے کو امن دیا۔[9] اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ دورِ نبوت ﷺ میں تمام افراد راستوں کی اہمیت سے بخوبی واقف اور دشمن سے مقابلہ کے لیے انہیں ایک جنگی ہتھیار کے طور پر استعمال کرنے کے فن سے خوب آگاہ تھے۔

تجارتی راستوں کے متعلق آپ ﷺ کی جنگی حکمت عملی

مسلمان اور نبی کریم ﷺ تیرہ سال مکی دور میں کفار کے ظلم وستم سہنے کے بعد اللہ رب العزت کے اذن سے ہجرت کر کے مدینہ میں آ گئے۔ نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں پہلی اسلامی فلاحی ریاست کی بنیاد رکھی۔ پھر دو ہجری میں اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو جہاد کی اجازت دی۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَى نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۔[10]

اجازت دے دی گئی ہے ان لوگوں کو جن سے لڑائی کی جاتی ہے، اس لیے کہ یقیناً ان پر ظلم کیا گیا اور بیشک اللہ ان کی مدد کرنے پر یقیناً پوری طرح قادر ہے۔

قریش جنہوں نے ہجرت سے پہلے مسلمانوں کو شعب ابی طالب میں تین سال تک محصور رکھ کر معاشی اور معاشرتی بائیکاٹ کیا تھا، اور ہجرت کے موقع پر مسلمانوں کے مال اسباب گھر بار، دولت ہر چیز پر قبضہ کر لیا۔ مسلمان بے سروسامانی کی حالت میں ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ لیکن یہ سارے حالات مسلمانوں کے لیے "ان مع العسر یسر" ثابت ہوئے، اللہ تعالی نے مسلمانوں کو دارالہجرت وہ عطا کیا جو عرب کے مین تجارتی راستے پر تھا، عرب کی تجارت ملک شام اور ملک شام سے یمن اور آگے چین اور ہند تک

ساری تجارت اسی مین راستے سے گزرتی تھی۔ اب جب آپ ﷺ کو جنگ کی اجازت ملی تو آپ ﷺ نے جنگی حکمت عملی کے تحت دو طرح کے اقدام کیے دونوں اقدام کا تعلق تجارتی راستوں کے متعلق تھا:

- اول یہ کہ آپ ﷺ نے مشرکین مکہ کی تجارتی گزرگاہ کے اردگرد موجود قبائل اور خاندانوں کے ساتھ معاہدات کرنا شروع کیے۔
- دوسرا عملی اقدام تجارتی راستوں پر کنٹرول مضبوط کرنے کے لیے ان راستوں پر گشتی دستے بھیجنے شروع کیے۔

مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ اپنی مایہ ناز کتاب سیرت النبی ﷺ میں لکھتے ہیں:

بہر حال واقعہ یہ ہے کہ مدینہ میں آکر آنحضرت ﷺ کا سب سے پہلا کام حفاظت خود اختیاری کی تدبیر تھی نہ صرف اور اپنی مہاجرین کی بلکہ انصار کی بھی کیونکہ اس جرم میں کہ انصار نے مسلمانوں کو پناہ دی ہے، قریش نے مدینہ کی بربادی کا فیصلہ کر لیا اور اپنے تمام قبائل متحدہ میں آگ بھڑکا دی تھی۔ اس بناء پر آپ ﷺ نے دو تدبیریں اختیار کیں: ایک یہ کہ قریش کی تجارت جو ان کا مایہ غرور تھی بند کر دی جائے تا کہ وہ صلح پر مجبور ہو جائیں۔ دوم یہ کہ مدینہ کے جو قرب وجوار کے قبائل ہیں ان سے امن وامان کا معاہد کیا جائے۔[11]

مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ الرحیق المختوم میں نبی کریم ﷺ کی تجارتی راستوں کے متعلق جنگی حکمت عملی کو ان الفاظ میں ذکر کرتے ہیں:

جنگ کی اجازت تو نازل ہوگئی لیکن جن حالات میں نازل ہوئی وہ چونکہ محض قریش کی قوت و تمرد کا نتیجہ تھے اس لیے حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ مسلمان اپنے تسلط کا دائرہ قریش کی اس تجارتی شاہراہ تک پھیلا دیں جو مکے سے شام تک آتی جاتی ہے، اس لیے رسول اللہ ﷺ نے تسلط کے اس پھیلاؤ کے لیے دو منصوبے اختیار کیے: ایک جو قبائل اس شاہراہ کے اردگرد یا اس شاہراہ سے مدینہ تک کے درمیانی علاقے میں آباد تھے ان کے ساتھ حلف (دوستی و تعاون) اور جنگ نہ کرنے کا معاہدہ۔ دوسرا منصوبہ اس شاہراہ پر گشتی دستے بھیجنا۔[12]

آپ ﷺ نے اب قریش کے خلاف معاشی جنگ کا آغاز کر دیا۔ مسلمان نبی کریم ﷺ کی ہدایات کی روشنی میں قریش کے تجارتی راستوں کا تعاقب کرنے لگے۔ قریش کا جو بھی تجارتی قافلہ گزرتا مسلمان اس کا پیچھا کرتے۔ نبوی دور کے اکثر سرایا اور متعدد غزوات اسی تجارتی راہداری پر اپنے کنٹرول کو مضبوط کرنے کے لیے تھے۔ ان سرایا اور غزوات سے مدبر اعظم ﷺ کے نزدیک تجارتی راستوں کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کی جنگی حکمت عملی۔۔۔ مختلف سرایا کے تناظر میں

نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں مختلف مقاصد کے لیے سرایا بھیجے۔ ان سرایا کے بارے میں آپ ﷺ کی جنگی حکمت عملی پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے متعدد سرایا اور غزوات ایسے تھے جن کا مقصد تجارتی راستوں پر اپنا کنٹرول مضبوط کرنا تھا۔ نیز دشمن جو نہ صرف مسلمانوں کے امن وامان کو تباہ کرنے کے درپے تھا بلکہ وہ مسلمانوں کو صفحہ ہستی سے ہی مٹا دینا چاہتا تھا اس کو کنٹرول کرنے کے لیے ایسی حکمت عملی اختیار کرنا کہ وہ اپنے عزائم سے باز رہے یا پھر کھل کر سامنے آئے تا کہ میدان میں اس کا مقابلہ ہو سکے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے متعدد سرایا اور غزوات میں اس حکمت عملی کو اپنایا۔ دشمن کی زندگی کی شہ رگ ان کی معیشت پر وار کیا ان کے تجارتی قافلوں کے راستے کو روکا تو صرف آٹھ سال کی مدت میں مسلمان دوبارہ سے اسی مکہ کو فتح کرنے میں

کامیاب ہو گئے۔ ذیل میں نبی کریم ﷺ کے ان سرایا اور غزوات کا ذکر کیا جاتا ہے جن میں آپ ﷺ کی جنگی حکمت عملی میں یہ بات شامل تھی کہ تجارتی راستوں پر اپنا کنٹرول کیا جائے اور دشمن کی معیشت پر ضرب کاری لگائی جائے۔

سریہ سیف البحر

رمضان المبارک 1 ہجری (مارچ 623ء) کو آپ ﷺ نے یہ سب سے پہلا سریہ بھیجا جس کا ہدف قریش کا تجارتی قافلہ تھا جو ابو جہل کی قیادت میں شام سے واپس آرہا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے تیس سواروں پر مشتمل یہ سریہ اپنے چچا سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بھیجا۔ پرچم سیدنا ابو مرثد غنوی τ کو دیا گیا جس کا رنگ سفید تھا۔ یہ دستہ عیص کے گرد ساحل بحیرہ قلزم (بحیرہ احمر) تک گیا قریشی قافلے سے آمنا سامنا ہو گیا لیکن مجدی بن عمرو جہنی درمیان میں آگیا جس کی وجہ سے دونوں قافلے چلے گئے۔[13] یہ اسلامی تاریخ کا پہلا سریہ تھا اور اس میں نبی کریم ﷺ کی جنگی حکمت عملی تجارتی راستے کا کنٹرول اور دشمن کی معیشت کو زک پہنچانا تھا جیسا کہ امام ابن قیم الجوزیہ رحمہ اللہ زاد المعاد میں اس غزوہ کے بیان میں لکھتے ہیں:

يعترض عِيرًا لقريش جاءت من الشام ۔[14]

اس سریہ کا اہم مقصد قریش کے ایک تجارتی قافلے کو روکنا تھا جو شام سے آرہا تھا۔

یہ سب سے پہلا سریہ تھا جس میں نبی کریم ﷺ کی جنگی حکمتِ عملی دشمن کی معیشت پر وار کرنا نظر آتی ہے۔

سریہ خزار

ذوالقعدہ 1 ہجری (مئی 623ء، بعض روایات کے مطابق 2 ہجری) کو محمد رسول اللہ ﷺ نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بیس مجاہدوں پر مشتمل دستہ اس حکم کے ساتھ روانہ کیا کہ وہ وادی خزار پر ٹھہر جائیں آگے نہ جائیں۔ اس دستہ کا مقصد بھی قریش کا تجارتی قافلہ روکنا تھا۔[15] جب یہ دستہ وادی خزار میں پہنچا تو ان کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی قریش کا تجارتی قافلہ گزر چکا تھا۔ یہ دستہ واپس مدینہ آگیا۔[16] اس سریہ میں بھی نبی کریم ﷺ کی جنگی حکمت عملی یہی رہی کہ دشمن کی معیشت پر وار کیا جائے۔ اگرچہ یہ ہدف حاصل نہ ہو سکا تاہم اس سے حکمتِ عملی کا اندازہ ضرور لگایا جا سکتا ہے۔

سریہ نخلہ

رجب المرجب 2 ہجری (جنوری 624ء) کے مہینہ میں رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بارہ مہاجرین کا ایک دستہ اپنے خط مبارک کے ساتھ وادی نخلہ جو مکہ اور طائف کے درمیان ہے کی طرف بھیجا۔ اس دستہ کا مقصد قریش کے تجاری قافلے کی نگرانی کرنا تھا۔ ان کو ایک خط دیا اور حکم دیا کہ یہ خط دو دن بعد کھولنا۔ خط میں لکھا تھا کہ سفر کرتے رہنا اور وادی نخلہ میں ٹھہر کر قریش کا جو قافلہ طائف سے مکہ کی طرف سامان تجارت کے ساتھ آرہا ہے اس کی نگرانی کرنا۔ یہ دستہ جب وادی نخلہ میں پہنچا انہوں نے قافلے کو دیکھ لیا جس کے پاس کافی سارا سامان تجارت تھا اور قافلے میں عبد اللہ بن مغیرہ کے دو بیٹے عثمان اور نوفل، عمرو بن حضرمی اور مغیرہ کا غلام حکم بن کیسان تھے۔ رجب چونکہ حرمت کا مہینہ ہے اس میں لڑائی کرنا حرام ہے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قافلہ دیکھا تو اس دن رجب کی انیتس تاریخ تھی۔ انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ یہ حرمت کا مہینہ ہے اگر ہم قافلے کو چھوڑ دیتے ہیں تو یہ حدود حرم میں داخل ہو جائے گا تو انہوں نے قافلے پر حملہ کر دیا۔ نوفل بھاگنے میں کامیاب ہو گیا عمرو بن حضرمی مارا گیا اور حکم اور عثمان ہاتھ آگئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قافلے کو ہانک کر مدینہ لے آئے۔ رسول اللہ ﷺ کو جب خبر ملی تو آپ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار کیا اور مقتولین کی دیت ادا کی اور قافلہ اور قیدی واپس کر دیا۔[17] صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسی

عمل کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی:

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيهِ قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفْرٌ بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَإِخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ وَلَا يَزَالُونَ يُقَاتِلُونَكُمْ حَتَّى يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولَئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔[18]

وہ آپ سے حرمت والے مہینے میں لڑائی کرنے کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اس میں لڑائی کرنا بہت بڑا (گناہ، جرم) ہے اور اس کے راستے سے روکنا اور اس کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے رہنے والوں کو اس سے نکالنا اللہ کے ہاں اس سے بھی بڑا (گناہ) ہے اور فتنہ قتل سے بھی بڑا ہے اور وہ ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے ہٹادیں اگر وہ طاقت رکھیں اور جو تم میں سے اپنے دین سے ہٹ جائے پھر اس حال میں مرے کہ وہ کفر کرنے والا ہو تو یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت میں برباد ہوگئے اور یہی لوگ آگ والے ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

امام ابن قیم کے مطابق اس سریہ کا مقصد بھی قریش کے تجارتی قافلے کی نگرانی کرنا تھا۔[19]

سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (اول)

مسلمانوں نے جب مدینہ سے گزرنے والے تجارتی قافلوں پر ناکہ بندیاں شروع کر دیں تو قریش مکہ کو مدینہ والا راستہ پر خطر لگنے لگا اور جنگ بدر کے بعد تو قریش مکہ کے لیے یہ صورت حال اور بھی زیادہ خطرناک ہوگئی کیونکہ اب مسلمان بدر کی فتح کی وجہ سے اور بھی مضبوط ہوگئے تھے۔ قریش مکہ ان سے شکست خوردہ تھے۔ اب قریش نے اپنے شام کی طرف ہجرت کے اس راستے کو چھوڑ کر عراق کی جانب سے جانے والے راستے کو چنا۔ یہ راستہ بہت طویل تھا اور قریشی راستے سے واقف بھی نہیں تھے۔ انہوں نے بطور رہبر قبیلہ بکر بن وائل کے ایک شخص فرات بن حیان کو ساتھ لیا اور جمادی الثانی 3 ہجری میں صفوان بن امیہ، ابو سفیان اور حویطب بن عبد العزیٰ عراقی راستے پر جو نجد کی طرف سے جاتا تھا ایک تجارتی قافلہ لے کر نکلے۔ ان کے پاس کافی مقدار میں سامان تجارت اور سونا چاندی تھا۔ نبی کریم ﷺ کو اس قافلے کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے سیدنا زید بن حارثہ ؓ کی قیادت میں ایک سو سواروں پر مشتمل ایک دستہ قردۃ جگہ پر بھیجا۔[20] قردہ چشمے پر ان کا قریشی قافلے سے سامنا ہوا۔ قافلے میں موجود لوگ تو بھاگ گئے لیکن قافلہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہاتھ آگیا۔ مسلمان قافلہ لیکر مدینہ پہنچے۔ آپ ﷺ نے خمس نکال کر باقی سامان مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ خمس کی مالیت بیس ہزار درہم تھی۔[21] یہ لشکر بھی تجارتی قافلے کو روکنے کے لیے بھیجا گیا تھا اس سے تجارتی راستے کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ اس قافلے کا لٹ جانا قریش مکہ پر بہت گراں گزرا اس سے ان کو اپنی معیشت ڈوبتی نظر آئی، بدر کے مقتولین کے جذبہ انتقام کے ساتھ ساتھ ان کو اس قافلے کے لٹنے کا بھی بہت غصہ تھا جس کی وجہ سے وہ احد میں بہت بڑی تیاری اور جذبہ انتقام کے ساتھ آئے تھے۔

سریہ سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (دوم)

جمادی الاول 6 ہجری میں نبی کریم ﷺ کو قریش کے ایک تجارتی قافلے کی خبر ملی جو شام سے واپس آرہا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کو روکنے کا ارادہ کیا اور سیدنا زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک سو ستر صحابہ رضی اللہ عنہم پر مشتمل ایک دستہ

عیص مقام پر بھیجا جو سمندر کے ساحل پر ذومرۃ کی طرف ایک علاقہ ہے۔ قریش کے تجارتی راستے اسی جگہ سے گزرا کرتے تھے۔ سیدنا ابو بصیر اور ابو جندل رضی اللہ عنہما کی جماعت نے بھی اسی جگہ پر قریشی قافلوں کی ناکہ بندی کر رکھی تھی۔[22] اس دستہ نے قریشی قافلے کو جالیا اور قافلے کے لوگوں کو گرفتار کر کے قافلے سمیت مدینہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ اس قافلے میں آپ ﷺ کے داماد ابو العاص بن ربیع بھی شامل تھے جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کی لختِ جگر سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ابو العاص کو پناہ دی تو آپ ﷺ نے ابو العاص کو چھوڑ دیا اور ان کا سامان واپس کر دیا۔[23]

سریہ سیدنا ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

یہ سریہ رجب 8 ہجری کو پیش آیا۔ اس کے بارے میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے الفاظ تھے کہ ہمارا ہدف قریش کا تجارتی قافلہ تھا۔ اس سریہ کے بارے میں امام بخاری کی روایت کا حاصل ہے کہ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ہم تین سو سواروں کو بھیجا۔ سیدنا ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ہمارے امیر تھے۔ ہم قریش کے ایک قافلے کی گھات کے لیے نکلے۔ ہمیں شدید بھوک لگی یہاں تک کہ ہمیں پتے کھانے پڑے اسی لیے اس لشکر کا نام جیش الخبط رکھا گیا۔ ایک دن سمندر نے عنبر نامی ایک مچھلی ساحل پر پھینکی جس میں سے ہم ایک مہینے تک کھاتے رہے اور اس کا تیل لگاتے رہے جس سے ہمارے جسم صحت مند ہو گئے۔ یہ مچھلی اتنی بڑی تھی کہ ایک سوار اس کی ہڈی کے نیچے سے گزر گیا۔[24]

درج بالا سرایا کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ متعدد سرایا میں آپ ﷺ کی حکمتِ عملی فریقِ مخالف کی معیشت پر قابو پانا تھا۔ کیونکہ معاشی نظام کی مضبوطی دفاعی طور پر مضبوط ہونے کی اولین کڑی ہے۔ آپ ﷺ کی یہی حکمتِ عملی مختلف غزوات میں بھی دیکھنے کو ملتی ہے۔ چند ایک کا مطالعہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

تجارتی راستوں سے متعلق غزوات میں نبی کریم ﷺ کی حکمت عملی

مختلف غزوات میں آپ ﷺ کی تجارتی راستوں سے متعلق حکمتِ عملی دیکھی جا سکتی ہے۔ ان میں آپ ﷺ نے اس چیز کو مدِ نظر رکھا کہ مشرکین مکہ کے تجارتی راستوں کی ناکہ بندیاں کی جائیں اور ان کے تجارتی قافلوں کو روکا جائے تاکہ ان کی معیشت پر ضرب کاری لگائی جا سکے۔ چند ایک ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

غزوہ ابواء

نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں سب سے پہلے جس جنگی مہم میں بنفسِ نفیس شرکت فرمائی وہ غزوہ ابواء تھا جس کا مقصد قریش کے تجارتی قافلے کو روکنا تھا۔ صفر 2 ہجری (اگست 623ء) میں آپ ﷺ کو قریش کے ایک تجارتی قافلے کی خبر ملی۔ آپ ﷺ نے اس کو روکنے کا فیصلہ کیا۔ آپ ﷺ اپنے ستر جانبازوں کو لے کر ابواء مقام تک آئے لیکن آپ کے آنے سے پہلے تجارتی قافلہ نکل گیا۔ اس مہم کا فائدہ یہ ہوا کہ مخشی بن عمرو ضمری کے ساتھ صلح کا معاہدہ ہو گیا۔ اس غزوہ کو غزوہ ودان بھی کہتے ہیں۔[25] اس غزوہ میں آپ ﷺ مشرکین مکہ کے تجارتی قافلے کی ناکہ بندی کے لیے نکلے تھے۔ قافلہ نکل گیا تو آپ ﷺ نے جنگی حکمت عملی کے دوسرے پہلو تجارتی راستے پر موجود لوگوں اور قبائل کے ساتھ معاہدات کے تحت مخشی بن عمرو ضمری کے ساتھ معاہدہ کیا۔ اس غزوہ کے مقصد کے بارے میں امام ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وخرج في المهاجرين خاصةً يعترض عِيرًا لقريش -[26]

اور آپ ﷺ بطور خاص مہاجرین کے ساتھ قریش کے تجارتی قافلے کے تعاقب میں نکلے۔

گویا اس غزوہ میں بھی جنگی حکمت عملی دشمن کے تجارتی قافلے کی ناکہ بندی اور تجارتی راستوں پر کنٹرول حاصل کرنا تھا۔

غزوہ بواط

ربیع الاول 2 ہجری (623ء) میں رسول اللہ ﷺ اپنے دو سو جانبازوں کا دستہ لے کر رضوی کی جانب بواط کے مقام پر پہنچے۔[27] آپ ﷺ کا مقصد قریش کا تجارتی قافلہ روکنا تھا۔ قریشی قافلے میں سو قریشیوں کے ساتھ امیہ بن خلف بھی شامل تھا۔ قافلہ 25سو اونٹوں پر مشتمل تھا۔ آپ ﷺ کا قافلوں والوں سے آمنا سامنا نہ ہو سکا۔[28]

غزوہ ذوالعشیرۃ

نبی کریم ﷺ نے قریش کی معیشت پر ضرب کاری اور ان کے تجارتی راستے کی ناکہ بندی کے لیے تیسری جنگی مہم جس میں خود حصہ لیا اس کا نام غزوہ ذوالعشیرہ ہے۔ جمادی الثانی 2 ہجری (نومبر 623ء) میں نبی کریم ﷺ150 یا 200 مہاجرین کو ساتھ لے کر روانہ ہوئے۔ مہم کا مقصد قریش کا تجارتی قافلہ روکنا تھا جو شام کی طرف جارہا تھا۔ آپ ﷺ ذوالعشیرہ پہنچے تو آپ ﷺ کو قافلے کے نکل جانے کی خبر ملی۔ یہ وہی قافلہ تھا جس کی واپسی پر غزوہ بدر پیش آیا تھا۔[29] نبی کریم ﷺ کی تجارتی راستے پر کنٹرول حاصل کرنے کی جنگی حکمت عملی کے تحت آپ ﷺ تیس اونٹوں پر سوار ہو کر نکلے آپ ﷺ کا مقصد ملک شام کی طرف جانے والا قریش کا تجارتی قافلہ تھا۔ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وخرجوا على ثلاثين بعيرًا يَعتَقِبونها يعترضون عِيرًا لقريش ذاهبةً إلى الشام ۔[30]

اور مسلمان تیس اونٹوں پر سوار ہو کر قریش کے شام جانے والے تجارتی قافلے کے تعاقب میں نکلے۔

غزوہ بدر الکبریٰ

مکہ بے آب و گیاہ علاقہ ہے۔ ہر طرف خشکی اور ریگستان جبکہ پانی بہت کم ملتا ہے۔ اس لیے مکہ میں رہنے والوں کی زندگی کا انحصار تجارت پر تھا۔ ان کی تجارت کے دو ہی سفر تھے۔ ایک یمن اور ایک شام کی طرف۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ملک شام کی تجارتی گزرگاہ کے اہم مقام مدینہ میں لا بسایا۔ اب قریش مکہ کی تجارت کے مرکزی گزرگاہ پر مسلم ریاست کا قیام ہو گیا اور مستزاد یہ کہ مسلمانوں نے ان کے خلاف معاشی جنگ شروع کر دی۔ قریش کا جو بھی تجارتی قافلہ شام جاتا مسلمان اس کو روکنے کی کوشش کرتے اور جو قافلہ واپس آتا اس کو بھی روکنے کی کوشش کرتے۔ کچھ بڑے بڑے قافلوں کو روکنے میں مسلمان کامیاب بھی ہو گئے۔ یہ تو شام کی طرف جانے والے راستے کی صورت حال تھی۔ سریہ عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ 2 ہجری میں مسلمانوں نے آگے بڑھ کر مکہ کے قریب طائف کے راستے پر وادی نخلہ میں قریش کا تجارتی قافلہ لوٹ لیا جس سے مشرکین مکہ کے ہوش اڑ گئے کہ مسلمان تو تجارتی راستوں پر اتنا اثر ورسوخ مضبوط کر رہے ہیں اس سے تو اہل مکہ بھوکوں مر جائیں گے۔ انہوں نے اس صورت حال کو دیکھ کر صلح اور امن کی بجائے ضد اور ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا اور اکٹھے ہو کر پوری قوت سے مسلمانوں کو کچل دینے کا پلان بنایا۔ اس کے لیے انہوں نے شام کی طرف ایک قافلہ تیار کیا جو بہت بڑے مال و اسباب پر مشتمل تھا اس قافلے کا سارا تجارتی نفع مسلمانوں کو کچلنے کے لیے استعمال ہونا تھا۔ شام جاتے ہوئے بھی مسلمانوں نے اس قافلے کا پیچھا کیا لیکن یہ قافلہ بچ نکلا۔ نبی کریم ﷺ کو جب اس قافلے کی واپسی کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے اس قافلے کو روکنے کا پروگرام بنایا۔ اس قافلہ میں مکہ والوں کی بہت دولت شامل تھی۔ ایک ہزار اونٹ اور کم و بیش پانچ ہزار دینار (جس کی مالیت 262 کلو سونا بنتی ہے) کے بقدر مال شامل تھا جبکہ حفاظت کے لیے صرف 40 آدمی تھے۔ ابو سفیان اس کی قیادت کر رہا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بتایا کہ قافلہ واپس آرہا ہے اس کو پکڑنا ہے جو جانا

چاہیے جا سکتا ہے۔ اس لیے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم شریک نہ ہوئے۔ ابو سفیان کو بھی لشکر مدینہ کے نکلنے کی خبر ہو گئی اس نے فوراً مکہ اطلاع کے لیے تیز رفتار آدمی بھیجا۔ ابو سفیان کا پیغام سن کے مکہ سے ابو جہل کی قیادت میں ایک ہزار کا لشکر کیل کانٹے سے لیس جذبہ انتقام سے بھرپور نکل پڑا۔ ابو سفیان راستہ بدل کر قافلے کو بچا کر نکل گیا۔ نبی کریم ﷺ نے میدان بدر میں پڑاؤ ڈالا۔ قریشی لشکر بھی میدان بدر میں پہنچ گیا۔ 17 رمضان المبارک 2 ہجری کو بدر کی لڑائی ہوئی جس میں 70 کافر قتل اور 70 گرفتار ہوئے۔ کفار مکہ کو شکست اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے فتح عطا کی۔[31]

غزوہ بدر کے بعد مسلمان پورے عرب میں ایک بہادر اور مضبوط جماعت کے طور پر سامنے آئے۔ پورے عرب میں مسلمانوں کی ہیبت بیٹھ گئی۔ اور شام کی تجارت کا راستہ مکمل طور پر مسلمانوں کے کنٹرول میں آ گیا۔ یہ عظیم الشان معرکہ تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے یوم الفرقان کا نام دیا۔ اسلام اور کفر کے اس پہلے معرکہ میں اولاً مقصد تجارتی گزرگاہ پر قریشی قافلے کو روکنا تھا۔ بعد ازاں جنگ میں فتح کے نتیجے میں قریش مکہ پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ گئی۔

ان غزوات کے بغور مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ میں تجارتی راستوں اور ان سے گزرنے والے قافلوں کی بہت زیادہ اہمیت ہے۔ کامیاب تجارت سے حاصل ہونے والا سرمایہ دفاعی ساز و سامان کی خرید و فروخت پر صرف ہوتا ہے جس کے نتیجے میں دفاعی نظام مضبوط ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں ان راستوں پر موجود قبائل سے تعلقات استوار ہونے کے نتیجہ میں مشکل حالات میں ان کی حمایت و نصرت حاصل ہوتی ہے۔ آپ ﷺ اس امر سے بخوبی آگاہ تھے چنانچہ بیشتر جنگی مہمات میں اس مقصد کو سامنے رکھا جس سے نہ صرف دشمن کی معیشت کو نقصان پہنچایا گیا بلکہ راستوں پر موجود قبائل کی حمایت بھی حاصل ہوئی۔

حاصل بحث

تجارت کسی بھی معاشرے کی معیشت کا اہم ترین حصہ ہے۔ دین اسلام نے تجارت کی ضرورت و اہمیت کو اجاگر کیا ہے اور تجارتی معاملات کے متعلق مسائل کو بالتفصیل بیان کیا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے تجارتی راستوں کا مختلف انداز میں ذکر کر کے ان کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ متعدد انبیاء علیہم السلام کی جائے پیدائش اور بعثت کے علاقے اہم ترین تجارتی گزرگاہوں پر تھے۔ نبی کریم ﷺ کی پیدائش مکہ میں ہوئی اور مکہ اس وقت کی اہم ترین تجارتی شاہراہ پر واقع تھا۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت سے قبل اور بعد میں بھی اہل مکہ کی معیشت کا انحصار تجارت پر تھا۔ نبوت کے بعد آپ ﷺ کو جب مشرکین مکہ نے تنگ کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جو دار الہجرت عطا کیا وہ بھی اہل مکہ کی تجارتی گزرگاہ پر واقع تھا۔ جب اہل مکہ نے مسلمانوں کو مدینہ میں بھی چین سے نہیں رہنے دیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جہاد کی اجازت مل گئی تو آپ ﷺ نے اہل مکہ کی معیشت پر ضرب کاری لگانے کے لیے جو جنگی حکمت عملی اپنائی اس میں اہم پہلو تجارتی راستوں پر اپنا کنٹرول اور دشمن کے تجارتی قافلوں کی ناکہ بندی تھا جس کے ذریعے سے آپ ﷺ نے اہل مکہ کے بڑھتے ہوئے ظلم و جبر کو کنٹرول کیا اور تجارتی راستوں کو بطور جنگی ہتھیار استعمال کیا۔

حوالہ جات و حواشی

1 سورۃ الجاثیۃ 45:12۔

2 الطبری، محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، (قاہرۃ: دار ہجر للطباعۃ، 1422ھ)، 21\78۔

3 سورۃ قریش106:1-2۔

4 سورۃ یونس10:22۔

5 سورۃ الانعام6:11۔

6 سورۃ سبا34:19۔

7 ندوی، سید سلیمان، **تاریخ ارض القرآن**، (کراچی: دار الاشاعت، 1975ء) ص217۔

8 البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، (ریاض: دارالسلام، 2015ء)، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، رقم الحدیث:3632۔

9 ایضاً، کتاب الجہاد، باب شروط الجہاد، رقم الحدیث:2732۔

10 سورۃ الحج22:39۔

11 شبلی نعمانی، علامہ، **سیرت النبی ﷺ**، (ملتان: مومنہ خالد سعید فاؤنڈیشن، 2010ء)، 1\189۔

12 مبارکپوری، صفی الرحمٰن، **الرحیق المختوم**، (لاہور: مکتبہ السلفیہ، 2012ء)، ص258۔

13 ابن سعد، محمد بن سعد بن منیع، **الطبقات الکبریٰ**، (بیروت: دار صادر، 1968ء)، 2/6۔

14 ابن قیم الجوزیۃ، محمد بن ابی بکر بن ایوب، **زاد المعاد فی ہدی خیر العباد**، (بیروت: دار ابن حزم، 1440ھ)، 3\190۔

15 ایضاً، 3\192۔

16 ابن سعد، **الطبقات الکبریٰ**، 2/7۔

17 ایضاً، 2/10۔

18 سورۃ البقرۃ2:217۔

19 ابن قیم الجوزیۃ، **زاد المعاد**، 3\195۔

20 نجد کے علاقے میں رمہ نامی وادی کے نزدیک بنو نعامہ کا چشمہ۔ دیکھیے: الحموی، یاقوت بن عبد اللہ، **معجم البلدان**، (بیروت: دار صادر، 1984ء)، 4/322۔

21 ابن سعد، **الطبقات الکبریٰ**، 2/36۔

22 الحموی، **معجم البلدان**، 1/372۔

23 ابن سعد، **الطبقات الکبریٰ**، 2/87۔

24 البخاری، **الجامع الصحیح**، کتاب الذبائح و الصید، باب قول اللہ تعالیٰ "احل لکم صید البحر، رقم الحدیث:5494۔

25 ابن سعد، **الطبقات الکبریٰ**، 2/8۔

26 ابن قیم الجوزیۃ، **زاد المعاد**، 3\192۔

27 بواط مکہ سے شام کے راستے پر واقع ہے مدینہ سے اس کا فاصلہ تقریباً سو کلو میٹر ہے اور مدینہ کی بندر گاہ ینبع سے بھی تقریباً اتنا ہی فاصلہ ہے رضوی بواط کے قریب ہی ایک پہاڑ کا نام ہے۔

28 ابن سعد، **الطبقات الکبریٰ**، 2/8۔

29 ایضاً، 2/9۔

30 ابن قیم الجوزیۃ، **زاد المعاد**، 3\194۔

31 ابن سعد، **الطبقات الکبریٰ**، 2/11۔